کرنسی اور کمپنی شئیرز کے وقف کی شرعی حیثیت:
علمی و تحقیقی جائزہ

سعید احمد ۞
محمد ظہیر ۞

Status of *Waqf* of Currency and Company Shares in the Light of the *Sharī'ah*

Saeed Ahmad۞
Muhammad Zaheer۞

ABSTRACT

Muslim jurists have variously defined *waqf*. As per Imām Abū Ḥanīfah's definition, *waqf* is to donate profits associated with an asset while keeping its ownership intact with the donor. Imām Mālik defines it as donating the profit associated with the donor's asset for a specific period of time. Likewise, Imām Aḥmad bin Ḥanbal defines it as giving the ownership as well as its associated profit to whom the asset is donated. Imām Shāfi'ī, Imām Muḥammad, and Imām Abū Yūsuf consider *waqf* as

۞ پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔(muftisaeedahmad34@gmail.com)
۞ لیکچرر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔(hafiz.zaheer@iiu.edu.pk)
۞ Ph.D Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore. (muftisaeedahmad34@gmail.com)
۞ Lecturer, Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad. (hafiz.zaheer@iiu.edu.pk)

giving ownership of an asset to Allah as well as donating its associated profit. From the perspective of law, *waqf* is a legal transaction which can only be caused if all the mandatory conditions related to both the donor and the donated asset are fulfilled. This article attempts to examine the status of *waqf* of currency and company shares in the light of the *Sharīʿah* rulings.

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں ایسے آفاقی اصول، واضح ہدایات اور جامع تعلیمات ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کے آفاقی اصولوں میں سے ایک اصول وقف ہے جو معاشرے کی فلاح و بہبود کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ وقف مستقل اور منظم ادارے کی صورت میں اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ نظام وقف اسلام کے اعلیٰ اخلاق واقدار، مسلم معاشرے کے مختلف طبقات کا ربط، بلا تفریق خدمت انسانیت، احیاے دین، انفاقِ عام، جذبۂ ملی اور اسلامی سلطنت کے امور میں معاونت کا اہم عملی نمونہ ہے۔ اسلام کے قرن اول سے وسیع پیمانے پر اوقاف کا نظام قائم رہا جس کے نتیجے میں معاشی اعتدال واستحکام رہا۔ اس نظام پر مختلف زبانوں میں لکھا جانے والا وقیع لٹریچر خاصی تعداد میں موجود ہے؛ جب کہ دور حاضر میں اس پر اردو زبان میں متفرق مضامین اور رسائل کے علاوہ چند کتب قابل ذکر ہیں جن میں ڈاکٹر نور محمد غفاری کی **سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ**، ڈاکٹر محمود الحسن عارف کی **اسلام کا قانون وقف مع تاریخ مسلم اوقاف**، پروفیسر امیر الدین مہر کی **اسلام میں رفاہ عام کا تصور اور خدمت خلق کا نظام** وغیرہ البتہ عربی زبان میں اس موضوع پر معلومات کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جو ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کی امہات کتب فقہ، شروحات حدیث اور کتب فتاویٰ میں مذکور ہیں جب کہ اس موضوع پر اہل علم کی مستقل تصانیف بھی موجود ہیں جن میں بلال بن یحییٰ مسلم الرأی (م۲۴۵ھ) کی کتاب **أحكام الوقف** امام ابو بکر احمد بن عمر الشیبانی المعروف بالخصاف (م۲۶۱ھ) کی **أحكام الأوقاف** اور علامہ برہان الدین الطرابلسی کی **الإسعاف في أحكام الأوقاف** قابل ذکر ہیں۔ دور

حاضر میں شیخ ابوزہرہ کی **محاضرات في الوقف** شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء کی **أحكام الأوقاف** بھی اہم کتب ہیں۔ زیر نظر تحریر میں کرنسی اور کمپنی شئیرز کے وقف کے جواز وعدم جواز کی حیثیت متعین کرنا مقصود ہے لیکن اس سے قبل وقف کے بارے میں چند ضروری تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہیں جن کے ذکر کرنے کے بعد کرنسی و کمپنی شئیرز کے وقف کے جواز وعدم جواز کا فقہی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے گا۔

وقف کا لغوی مفہوم

وقف عربی زبان کا لفظ ہے لغت میں اس کا معنی روکنا ہے اسی مناسبت سے میدان عرفات، محشر اور گاڑیوں کے رکنے کی جگہ کو موقوف کہتے ہیں۔

ابو عمر شہاب الدین نے **القاموس الوافي** میں لکھا ہے:" وقف يقف وقوفا قام من جلوس وقف الحاج بعرفات وقف الدار ونحوها ايحبسها في سبيل الله." [۱](وقف بمعنی بیٹھنے کے بعد کسی کا اُٹھ کھڑا ہونا، عرفات میں حجاج کے ٹھہرنے کو بھی وقوف کہتے ہیں۔ وقف الدار اس وقت بولتے ہیں جب کسی نے کوئی جگہ فی سبیل اللہ وقف کی ہو۔)

علامہ وہبۃ الزحیلی تحریر کرتے ہیں:

الوقف التجيس والتسبيل بمعنى واحد وهو لغة الحبس عن التصرف يقال وقفت كذا أي حبسته ومنه الموقف. لحبس الناس فيه للحساب ثم اشتهر إطلاق كلمة الوقف علىٰ اسم المفعول وهو الموقوف ويعبر عن الوقف بالحبس ويقال في المغرب وزير الإحباس. [۲]

(وقف تحبیس اور تسبیل کا ایک ہی معنی ہے لغت میں ان کا معنی ہے کسی کو تصرف سے روکنا چناں چہ کہا جاتا ہے وقفت كذا یعنی میں اس کو روک دیا پھر کلمہ وقف کا اطلاق وقف شدہ چیز پر عام طور پر کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے وقف کو حبس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے مراکش میں وقف کے وزیر کو وزیر احباس کہا جاتا ہے۔)

علامہ ابن عابدین نے بھی وقف کا لغوی مفہوم تحریر کیا ہے آپ لکھتے ہیں:" وقف مصدر وقفت و

۱۔ شہاب الدین ابوعمر، **القاموس الوافي** (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۳ء)، ۱۲۲۸؛ نیز محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (بیروت: دارإحياء التراث العربي، ۱۹۹۶ء)، ۱۵: ۳۷۳۔

۲۔ وہبہ الزحیلی، **الفقه الإسلامي و أدلته** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۴ء)، ۸: ۱۵۳۔

أوقفت حبست دفعه الموقف لحبس الناس فيه للحساب ثم اشتهر في الموقوف فقيل هذه الدار وقف وجمع على أوقاف.[۳] (وقف مصدر وقفت أوقفت سے مصدر ہے بمعنی رکنا اسی سے الموقف ہے بمعنی حساب کتاب کے لیے لوگوں کے رکنے کی جگہ پھر یہ لفظ وقف کردہ چیز میں مشہو ہوا چناں چہ هذه الدار وقف، وقف کردہ گھر، اس کی جمع اوقاف آتی ہے۔)

علامہ کیرانوی نے لفظ وقف کے متعدد معانی کا احاطہ کرتے ہوئے لکھا: "وقف یقف وقوفا رکنا، ٹھہرنا، کسی چیز کو روک لینا، گاڑیوں کے ٹھہرنے کی جگہ۔"[۴]

بہر حال وقف کے معنی روکنا ہیں اور وقف کو وقف اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں بھی وقف کردہ چیز کو بیع وشراء، ہبہ، رہن مضاربت وغیرہ سے روک دیا جاتا ہے۔

وقف کا اصطلاحی مفہوم فقہا کی نظر میں

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کی تعریف: "حبس العين علىٰ ملك الواقف والتصدق بالمنفعة." [۵] (کسی چیز کو واقف کا اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے اس کے منافع کو صدقہ کر دینا۔)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کی تعریف: "وهو الوقف حبل منفعة مملوك ولو بأجرة أو غلة لمستحق بصيغة مايراه المحبس."[۶] (وقف اپنی کسی مملوکہ چیز کی منفعت یا اس کی آمدن کسی مستحق کے لیے ایک مدت تک مختص کر دی جائے اور مدت کی تعین کا اختیار واقف کو ہے۔)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک وقف کی تعریف: "هو تجيس الأصل وتسبيل الثمرة." [۷]

۳۔ محمد امین ابن عابدین شامی، **ردالمحتار** (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، س ن)، ۴: ۳۳۴۔

۴۔ وحید الزمان کیرانوی، **القاموس الوحید** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء)، ۸۸۵۔

۵۔ ابو الحسن علی بن ابی بکر برہان الدین المرغینانی، **هداية مع فتح القدير** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۵: ۴۱۸؛ محمد بن احمد شمس الائمۃ السرخسی، **المبسوط** (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۹۹۳ء)، ۱۲: ۲۷؛ زین الدین ابن نجیم، **البحر الرائق** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۵: ۱۹۵؛ عثمان بن علی الزیلعی، **تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق** (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۰ء)، ۴: ۲۶۰؛ **جماعة علماء الهند، الفتاوى الهندية** (کوئٹہ: مکتبہ ماجدیہ، ۱۹۸۳ء)، ۲: ۳۸۰۔

۶۔ ابو البرکات احمد بن احمد الدردیر، **الشرح الصغير** (مصر: دارالمعارف، ۱۳۹۲ھ)، ۴: ۹۷۔

۷۔ عبد اللہ بن احمد المقدسی ابن قدامہ، **المغني** (ریاض: دار عالم الکتب، ۱۹۹۷ء)، ۸: ۱۸۴۔

(وقف کسی چیز کی اصل کو وقف کرنا اور اس کے منافع خرچ کرنا ہے۔)

امام شافعی کے نزدیک وقف کی تعریف: ”وشرعًا هو حبس مال يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه بقطع التصرف في رقبته علىٰ مصرف مباح موجود.“[۸] (وقف شرعی اپنے کسی مال کو اس کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے یوں روکنا کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن رہے اور واقف کا اس سے تصرف زائل ہو جائے نیز وقف مباح موجود مصرف پر ہو۔)

صاحبین کے نزدیک وقف کی تعریف: ”حبس العين علىٰ حكم ملك الله علىٰ وجه تعود منفعة إلى العباد.“[۹] (کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اس طرح روکنا کہ اس چیز کا فائدہ بندوں کو پہنچے۔)

وقف کی تعریفات کا تجزیہ

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف ان کے اس اصول پر ہے کہ وقف کرنے سے وقف شدہ چیز واقف کی ملکیت سے نہیں نکلتی اور اسے ملکیتی تصرفات کا حق حاصل رہتا ہے البتہ اس کے منافع صدقہ کرنا ضروری ہیں۔[۱۰]

۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول تعریفِ وقف ان کے اس اصول کی بنیاد پر ہے کہ وقف میں تابید ضروری نہیں بلکہ کچھ مخصوص مدت کے لیے بھی وقف کیا جاسکتا ہے نیز واقف کی وقف پر مالکانہ تصرفات کے بغیر ملکیت برقرار رہتی ہے۔[۱۱]

۳۔ حنابلہ سے منقول تعریف حدیث کے الفاظ حبس الأصل وسبل الثمرة[۱۲] کے الفاظ سے مأخوذ

۸۔ محمد بن الخطیب الشربینی، **مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج** (بیروت: دار المعرفة، ۲۰۱۰ء)، ۲: ۴۸۲؛ تقی الدین ابو بکر بن محمد الشافعی الدمشقی، **كفاية الأخيار في حل غاية الاختصار** (قطر: الشؤون الإسلامیه، س ن)، ۱: ۶۰۲؛ عبد الرؤف بن تاج العارفین المناوی، **تیسیر الوقوف** (مکہ: مکتبة نزار مصطفی الباز، ۱۹۸۸ء)، ۱: ۱۰۔

۹۔ المرغینانی، **هداية مع فتح القدير**، ۵: ۴۱۸؛ **الفتاوى الهندية**، ۲: ۳۵۰۔

۱۰۔ ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴: ۳۳۸؛ ابن نجیم، **البحرالرائق**، ۵: ۱۹۵؛ ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی، **الإسعاف في أحكام الأوقاف** (مصر: مکتبة هندية، ۱۳۲۰ھ)، ۱۱۔

۱۱۔ احمد بن محمد الصاوی المالکی، **حاشية الصاوي على الشرح الصغير** (قاہرہ: دار المعارف، س ن)، ۴: ۱۲۶۔

۱۲۔ ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، **فتح الباری** (بیروت: دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ)، ۵: ۲۵۹۔

ہے اور اس اصول پر مبنی ہے کہ وقف سے وقف شدہ چیز واقف کی ملکیت سے نکل کر موقوف علیہم کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔(۱۳)

۴۔ شافعیہ سے مروی تعریف ان کے وقف کے بارے اس اصول پر مبنی ہے کہ وقف واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور حکم اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔(۱۴)

۵۔ صاحبین کی نقل کردہ تعریف بھی شافعیہ کے بیان کردہ اصول پر مبنی ہے۔(۱۵)

ان تعریفات میں عمدہ تعریف حنابلہ کی ہے کیوں کہ ۱۔ ان کی نقل کردہ تعریف حدیث کے الفاظ سے مأخوذ ہے۔ ۲۔ ان کی نقل کردہ تعریف میں وقف کی حقیقت واضح کی گئی۔ ۳۔ ان کی نقل کردہ تعریف الفاظ کے اعتبار سے مختصر ہے۔ ۴۔ ان کی نقل کردہ تعریف میں وقف کے احکام میں صرف نظر کی گئی ہے البتہ ملکیت وقف کے اعتبار سے امام شافعی اور صاحبین کا نقطۂ نظر راجح ہے کہ وقف سے واقف کے مالکانہ حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور وہ حکماً اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ناظر و متولی نائب ہونے کی حیثیت سے وقف کی مصالح سے متعلق امور سر انجام دیتا ہے۔(۱۶)

۱۳۔ ابن قدامۃ، **المغني**، ۸: ۲۰۷۔

۱۴۔ یحییٰ بن شرف النووی، **روضة الطالبين** (بیروت: المكتب الإسلامي، ۱۹۸۵ء)، ۵: ۳۴۲۔

۱۵۔ محمد بن محمود البابرتی، **العناية بهامش فتح القدير** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۵: ۵۱۹۔

۱۶۔ وقف کی ذکر کردہ تعریفات کا اختلاف دراصل وقف کی حقیقت میں اصولی اختلاف کہ وقف لازم ہوتا ہے یا نہیں نیز وقف پر ملکیت کس کی ہوتی ہے؟ نیز وقف تملیک ہے یا اسقاط ملک ہے جس میں لزوم و عدم لزوم کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف تین صورتوں میں وقف لازم ہوتا ہے۔ ۱۔ عین ارض وقف ہو۔ ۲۔ بعد الموت کی طرف نسبت ہو۔ ۳۔ حاکم کا لزوم وقف کا حکم ہو۔ جب کہ عند الجمہور وقف وقف کرنے سے ہی لازم ہو جاتا ہے جب کہ ملکیت وقف کی تفصیل دوران تعریفات گزر چکی ہے۔ نیز امام ابو یوسف کے نزدیک وقف اسقاط ملک بمنزل عتاق ہے لہٰذا تسلیم الی المتولی شرط نہیں جب کہ امام محمد کے نزدیک وقف بمنزل صدقہ ہے اس لیے تسلیم الی المتولی شرط ہے۔ دیکھیں السرخسی، **المسبوط**، ۱۲: ۲۷؛ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، **الحاوي الكبير**(بیروت: دارالكتب العلمية، ۱۴۱۴ھ)، ۷: ۵۱۳؛ الطرابلسی، **الإسعاف**، ۴: ۷؛ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام، **فتح القدير** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۵: ۴۲۲؛ ظفر احمد عثمانی، **إعلاء السنن** (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۵ھ)، ۱۳: ۱۰۱؛ محمد تقی عثمانی، **تكملة فتح الملهم** (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، ۱۴۱۵ھ)، ۲: ۱۲۲۔

وقف شدہ چیز/ موقوف کی شرائط

فقہاے کرام نے وقف کردہ چیز کے لیے چند شرائط ضروری قرار دی ہیں جو درج ذیل ہیں:

شرط اول: موقوفہ چیز کا مال متقوم ہونا: وقف کردہ چیز کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مال متقوم ہو یعنی اس پر واقف کا قبضہ ہو اور شریعت نے اس سے استفادے کی اجازت دی ہو۔ اس شرط کے بارے علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں۔ "ومحله المال المتقوم."[۱۷] (اور وقف کا محل مال متقوم ہے۔)

المغني میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: "لا وقف مالا يجوز بيعه كأم الولد والمرهون والكلب والخنزير وسائر البهائم التي لا تصلح للصيد وجوارح الطير التي لا يصاد بها لأن الوقف تحبيس الأصل وتسبيل المنفعة ومالا منفعة فيه لا يحصل فيه تسبيل المنفعة."[۱۸] (جس چیز کی بیع جائز نہیں اس کا وقف بھی جائز نہیں جیسے ام ولد، مرہونہ چیز، کتا،[۱۹] خنزیر، وہ درندے اور پرندے جن سے شکار نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ وقف موقوفہ چیز کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع راہ خدا میں خرچ کرنے کا نام ہے۔ اگر اس چیز کی منفعت جائز ہی نہیں تو اس کی منفعت خرچ بھی نہیں کی جاسکتی۔)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ موقوفہ چیز کا مال ہونا اور شرعاً اس کا مباح ہونا ضروری ہے۔

۱۷- ابن نجیم، **البحر الرائق**،۵: ۱۸۸۔

۱۸- ابن قدامۃ، **المغني**، ۸: ۲۳۰۔

۱۹- بیع الکلب کا جواز وعدم جواز فقہاے کرام میں مختلف فیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع الکلب کی روایت أبي جيحيفة عن النبي عليه السلام نهىٰ عن ثمن الكلب کی وجہ سے مطلقاً حرام ہے اور احناف کے نزدیک كلب الصيد، كلب الحراسة اور كلب الماشية روایت نسائی عن جابر بن عبدالله عن النبي عليه السلام نهى رسول الله عليه السلام عن ثمن الكلب والسنور الا كلب الصيد کی وجہ سے جائز ہے۔ دیکھیں: علی بن سلطان القاری، **مرقاة شرح مشكوة** (ملتان: مکتبہ امدادیہ، س ن)، ٦: ٣٩؛ محمد ادریس کاندھلوی، التعليق الصبيح شرح مشكوٰة المصابيح (لاہور: مکتبہ عثمانیہ، س ن)، ۴: ۳۳۶؛ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، **السنن الكبرى**، كتاب البيوع، باب بيع الكلب (بيروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء)، رقم: ۴۷۸۸؛ حافظ ابن حجر نے **نسائي** کی مذکورہ بالا روایت کے بارے میں لکھا ہے أخرجه **النسائي** ورجاله ثقات، ابن حجر، **فتح الباري**، ۴: ۴۲۷۔

شرط دوم: موقوفہ چیز کا معلوم و متعین ہونا: دوسری شرط یہ ہے کہ وقف کردہ چیز معلوم اور متعین ہو مجہول اور غیر متعین کا وقف جائز نہیں۔ "عدم الجهالة فلو وقف من أرضه ولم يسمه كان باطلا لأن الشيء يتناول... القليل والكثير." [۲۰] (وقف کے لیے شرط یہ ہے کہ اس میں جہالت نہ ہو چناں چہ اگر کسی نے اپنی زمین میں سے کچھ وقف کیا اور اسے متعین نہیں کیا تو وقف باطل ہے؛ کیوں کہ کچھ تو شئ قلیل و کثیر کو شامل ہے۔)

علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں: "ولا يصلح الوقف فيما ليس بمعين كعبد وسلاح." [۲۱] (اور جو چیز متعین نہ ہو جیسے کوئی غلام اور کوئی اسلحہ تو اس کا وقف جائز نہیں۔)

شرط سوم: موقوفہ چیز کا واقف کی مملوک ہونا: تیسری شرط یہ ہے کہ وقف کردہ چیز واقف کی ملکیت میں ہو غیر ملکیتی چیز کا وقف جائز نہیں۔

علامہ الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: "ومنها أن يكون مالا مملوكا." [۲۲] (اور ایک شرط یہ ہے کہ وہ مال مملوک ہو۔)

لہٰذا غاصب، فضولی، اسلامی سلطنت کی ملکیت اراضی، ارض مستحق، ارض حوض [۲۳] کا وقف جائز نہیں کیوں کہ یہ اراضی ان وقف کرنے والوں کی ملکیت نہیں ہیں۔ [۲۴]

شرط چہارم: موقوفہ چیز کی ذات کو باقی رکھ کر اس کا قابل انتفاع ہونا: چوتھی شرط یہ ہے موقوفہ چیز کی ذات اور عین کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع سے فائدہ اُٹھانا ممکن ہو؛ کیوں کہ وقف صدقہ جاریہ ہے اس لیے

۲۰۔ ابن نجیم، **البحر الرائق**،۵: ۱۸۸۔

۲۱۔ ابن قدامہ، **المغني**،۸: ۲۳۱۔

۲۲۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**،۵: ۱۶۴۔

۲۳۔ ارض مستحق سے مراد یہ ہے کہ کسی نے زمین خریدی پھر اسے وقف کیا پھر کسی نے اس پر ملکیت کا دعوی کر دیا اس دعوی استحقاق سے واقف کی ملکیت ثابت نہ ہو گا تو اس کا وقف درست نہ ہوا۔ جب کہ ارض حوض سے مراد وہ زمین ہے جو بیت المال کی ہو۔ حاکم نے کسی کو زراعت کے لیے دی مزارع نے اسے وقف کر دیا تو یہ وقف مزارع کی اس پر ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ دیکھیں: ابو بکر احمد بن عمر الخصاف، **أحكام الأوقاف** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۹ء)، ۲۴۷۔

۲۴۔ ابن الہمام، **فتح القدير**،۵: ۴۱۷؛ ابن عابدین، **ردالمحتار**،۴: ۳۹۳۔

ضروری ہے کہ موقوفہ چیز ایسی ہو جسے ختم کیے بغیر اس سے استفادہ ممکن ہو۔ **کشاف القناع** میں علامہ البہوتی حنبلی لکھتے ہیں: "ویعتبر في العين الموقوفة أيضًا أن يمكن الانتفاع بها دائما مع بقاء عينها عرفا كإجارة واستغلال ثمرة ونحوه لأن الوقف يراد الدوام ليكون صدقة جارية ولا يوجد فيما لا تبقى عينه."[۲۵] (وقف کردہ چیز کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ذات کو عرفاً باقی رکھتے ہوئے اس کے عین سے مسلسل فائدہ اُٹھانا ممکن ہو جیسے اجارہ پر دے کر یا دیگر آمدن کے ذرائع میں لگا کر کیوں کہ وقف کا مقصد اسے ہمیشہ باقی رکھنا ہوتا ہے تاکہ وہ صدقہ جاریہ بنے اور صدقہ جاریہ بننا ان چیزوں میں ممکن نہیں جن کی ذات کو باقی رکھنا ممکن نہ ہو۔)

الفتاوی الهندية میں ہے: "وأما وقف مالا ينتفع به إلا بإتلاف كالذهب والفضة والماكول والمشروب فغير جائز في عامة الفقهاء." [۲۶](عام فقہا کے قول کے مطابق جن چیزوں کو تلف کیے بغیر فائدہ اُٹھانا ممکن نہ ہو جسے سونا، چاندی، کھانے اور پینے کی اشیا تو ان کا وقف جائز نہیں۔ لہٰذا غذائی اجناس اور حقوق و منافع کا وقف درست نہیں ہو گا۔) [۲۷]

شرط پنجم: موقوفہ چیز کا غیر منقول ہونا: پانچویں شرط یہ ہے کہ موقوفہ چیز غیر منقول ہو۔ جیسے زمین، گھر، دوکان یا کوئی بھی بلڈنگ وغیرہ۔ علامہ المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ويجوز وقف العقار لأن جماعة من الصحابة وقفوه ولا يجوز وقف ما ينقل ويحول قال وهذا علىٰ الإرسال قول أبي حنيفة."[۲۸] (زمین کا وقف جائز ہے کیوں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے زمین ہی کو وقف کیا تھا لہٰذا جو چیز منتقل کی جا سکے اس کا وقف جائز نہیں ہے یہ علیٰ الاطلاق امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔)

۲۵- منصور بن یونس البہوتی، **كشاف القناع عن متن الإقناع** (مکہ مکرمہ: مطبع الحكومة، ۱۳۹۴ھ)، ۴: ۲۶۹۔

۲۶- **الفتاوى الهندية**، ۲: ۳۶۲۔

۲۷- یحییٰ بن شرف نووی، **المجموع شرح المهذب** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ۵: ۳۱۵؛ ابن قدامہ، **المغني**، ۸: ۲۲۹؛ الشربینی، **مغني المحتاج**، ۲: ۳۷۷؛ زحیلی، **الفقه الإسلامي و أدلته**، ۸: ۱۸۷۔

۲۸- ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، **الهداية** (ملتان: مکتبہ شرکت علمیہ، س ن)، ۲: ۶۳۹۔

منقولات کے وقف میں فقہا کے نقطہ ہائے نظر

منقولات کے وقف میں فقہا کے تین نقطہ ہائے نظر ہیں:

پہلا نقطۂ نظر

فقہائے احناف میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک ان منقولات کا وقف جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہو چکی ہو اگرچہ قیاساً ان کا وقف بھی جائز نہیں ہونا چاہیے لیکن استحساناً اسے درست قرار دیا ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:"وقال محمد يجوز حبس الكراع والسلاح ومعناه وقف في سبيل الله و أبو يوسف معه فيه علىٰ ما قالوا وهو استحسان والقياس أن لايجوز لما بيناه من قبل ووجه الاستحسان الاٰثار المشهورة فيه."[۲۹] (امام محمد نے فرمایا کہ گھوڑے اور آلات جہاد کا وقف جہاد کے لیے جائز ہے امام ابو یوسف بھی اس مسئلے میں ان کے ہم خیال ہیں اور استحسان یہی ہے ورنہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ وقف جائز نہ ہو استحسان کی وجہ احادیث مشہورہ ہیں۔)

نیز علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "والخلاف فيما سوى ذلک فعند أبي يوسف لايجوز وعند محمد ويجوز مافيه من تعامل من المنقولات."[۳۰] (اور مذکورہ منقولات کے علاوہ وقف کے جواز میں صاحبین میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک ناجائز اور امام محمد کے نزدیک جن منقولات کے وقف کا تعامل ہو ان کا وقف جائز ہے۔)

صاحب ہدایہ مزید لکھتے ہیں: "وعند أبي يوسف لايجوز لأن القياس إنما يترک بالنص والنص ورد في الكراع والسلاح فيقتصر عليه." [۳۱] (اور امام ابو یوسف کے نزدیک دیگر منقولات کا وقف جائز نہیں کیوں کہ قیاس کو نص کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے اور نص کراع وسلاح میں وارد ہوئی ہے لہٰذا انہیں پر محصور رہے گی۔)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک منقولات میں سے صرف منصوص منقولات کا وقف جائز ہے۔

۲۹- نفس مصدر، ا: ۶۴۰۔

۳۰- ابن عابدین، ردالمحتار، ۴: ۳۶۳۔

۳۱- المرغینانی، الهداية مع فتح القدير، ۵: ۴۲۹۔

دوسرا نقطۂ نظر

جمہور فقہاے احناف کے نزدیک منقولات کے وقف میں تفصیل ہے اور تین طرح کے منقولات کا وقف جائز ہے۔

۱- وہ منقولات جن کے وقف کے جواز پر نص وارد ہوئی ہے۔ ۲- وہ منقولات جو غیر منقولات کے تابع ہوں۔ ۳- وہ منقولات جن کے وقف پر تعامل وعرف قائم ہو چکا ہو۔

۱- وہ منقولات جن کے وقف کا جواز بہ ذریعہ نص ہو

کچھ ایسی منقولہ اشیا بھی ہیں جن کے وقف کا جواز احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ **صحیح البخاري** میں حضرت خالد بن ولید کے بارے میں ہے: "أما خالد قد احتبس أذرعه واعتده في سبيل الله." [۳۲]

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ تو انھوں نے اپنی زرہیں اور سامانِ جہاد اللہ کے راستہ میں وقف کر دیا ہے۔)

زرہیں اور دیگر آلات جہاد جو منقولہ اشیا سے ہیں کا وقف اس حدیث کی وجہ سے جائز ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسے استحسان [۳۳] قرار دیا۔

۲- وہ منقولات جو غیر منقول کے تابع ہوں

زمین کے وقف میں اس زمین کی کچھ منقولہ اشیا بھی وقف میں خود بہ خود شامل ہو جائیں گی مثلاً زمین وقف کی تو اس پر بنی ہوئی عمارت اور اس پر لگے ہوئے درخت بھی وقف میں شامل ہوں گے۔ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: "ويدخل البناء في وقف الأرض تبعًا فيكون وقفًا معها وفي دخول الشجر في وقف الأرض روايتان ذكرهما في **الخلاصة** وفي **فتاوى قاضي خان**: تدخل الأشجار والبناء في وقف الأرض كما تدخل في البيع." [۳۴] (زمین کے وقف میں عمارت بھی تابع ہو کر شامل ہو گی البتہ زمین کے وقف میں درخت شامل ہوں گے یا نہیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں جو **خلاصة الفتاوی** میں مذکور ہیں۔

۳۲- محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاري**، کتاب الجهاد و السير، باب ما قيل فى درع النبى ﷺ و القميص في الحرب، رقم ندارد۔

۳۳- المرغینانی، الهداية، ۱: ۶۴۰؛ ابن نجیم، **البحر الرائق**، ۵: ۲۰۲۔

۳۴- ابن الہمام، **فتح القدير**، ۵: ۴۲۹۔

فتاوی قاضي خان میں ہے کہ زمین کے وقف میں درخت اور عمارت داخل ہوں گے جس طرح بیع میں ہوتا ہے۔)

زمین کے وقف میں کچھ چیزیں براہ راست زمین کے تابع تو نہیں ہوتی لیکن انہیں زمین کے متعلقات میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے زرعی اراضی کے وقف میں آلات زراعت اگر ان کے وقف ہونے کی تصریح کر دی گئی تو یہ بھی زمین کے ساتھ وقف ہوں گے۔ صاحب *الہدایہ* لکھتے ہیں: "إذا وقف ضيعة ببقرتها وأكرتها وهم عبيده جاز وكذا سائرآلات الحراثة لأنه تبع للأرض في تحصيل المقصود ويثبت الحكم تبعًا مالا يثبت مقصودًا." [۳۵] (اگر کسی نے زمین کو ہل جوتنے والے بیلوں اور غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو جائز ہے اور یہی حکم تمام زرعی آلات کا ہے؛ کیوں کہ وہ زراعت کے حصول میں زمین کے تابع ہیں اور بعض تابع کے لیے ایسا حکم ثابت ہو جاتا ہے جو مقصودی نہیں ہوتا۔)

۳- وہ منقولات جن کے وقف کا تعامل وعرف ہو گیا ہو

جمہور کے نزدیک ان منقولات کا وقف بھی جائز ہے جن کے وقف کا عرف وتعامل ہو گیا ہو۔

علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے: "والخلاف فيما سوى ذلک فعند أبي يوسف لايجوز وعند محمد ويجوز مافيه من تعامل من المنقولات." [۳۶] (اور مذکورہ منقولات کے علاوہ وقف کے جواز میں صاحبین میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک ناجائز اور امام محمد کے نزدیک جن منقولات کے وقف کا تعامل ہو ان کا وقف جائز ہے۔)

علامہ ابن الہمام نے لکھا: "وقال محمد يجوز و إليه ذهب عامة المشايخ[۳۷] منهم الإمام

۳۵- المرغینانی، **الهداية**،۱: ۶۳۹؛ الکاسانی،**بدائع الصنائع**،۶: ۲۲۰۔

۳۶- ابن عابدین،**ردالمحتار**،۴: ۳۶۳۔

۳۷- فقہاء احناف کی اصطلاح میں اصحاب اور مشایخ میں فرق ہے۔ اصحاب سے وہ فقہاء مراد ہیں جنھوں نے امام صاحب سے ملاقات کی اور مشایخ سے مراد وہ ہیں جنھوں نے امام صاحب کو نہیں پایا۔ **شامی** میں ہے: لكن المشهور إطلاق أصحابنا على أئمتنا الثلاثة وأما المشايخ ففي وقف النهر عن علامه قاسم أن المراد بهم في الاصطلاح من لم يدرک الإمام. دیکھیں: ابن عابدین،**ردالمحتار**،۴: ۴۹۵۔

السرخسي كذا في الخلاصة." [۳۸] (امام محمد نے تعامل کی وجہ سے دیگر منقولات کے وقف کو بھی جائز کیا اسی قول کو تمام مشایخ نے لیا جن میں امام سرخسی بھی شامل ہیں اور **خلاصة الفتاوى** میں اسی طرح ہے۔)

علامہ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں: "و أكثر فقهاء الأمصار أخذوا قول محمد." [۳۹] (اور اکثر فقہاء احناف نے امام محمد کا قول تعامل لیا ہے۔)

ملا علی قاری نے **شرح النقاية** میں لکھا:

وصح عند محمد وقف منقول فيه تعامل... وعليه الفتوى وهوقول عامة المشايخ منهم شمس الأئمه السرخسي ومحمد أن القياس قد يترک بالتعامل كما في الاستصناع لأن التعامل أقوى من القياس وأنه بمنزلة الإجماع و أكثر فقهاء الأمصار على قول محمد.[۴۰]

(امام محمد کے نزدیک تعامل کی وجہ سے دیگر منقولات کا وقف بھی صحیح ہے۔۔۔اور اس پر فتوی ہے اور عامۃ المشائخ کا قول بھی یہی ہے جن میں خاص طور پر امام السرخسی ہیں؛ کیوں کہ امام محمد کے نزدیک قیاس کو تعامل کی وجہ سے بھی چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ مسئلہ استصناع میں، کیوں کہ تعامل قیاس سے قوی تر دلیل ہے بلکہ تعامل تو بہ منزلہ اجماع ہے اکثر فقہاے امصار نے امام محمد کے قول کو ہی لیا ہے۔)

امام محمد کے اس فتوے اور باب وقف میں بہ ذریعۂ تعامل دی جانے والی وسعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں کی ضرورت کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی عام استعمال کی چیزوں کو وقف کرنا شروع کر دیا اور وقف میں منقولات کے دائرے میں مسلسل وسعت ہوتی گئی اور حال یہ ہوا کہ خود متقدمین احناف نے امام ابویوسف کے فتوے کے بجائے امام محمد کے قول کو لے کر عمل شروع کیا۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "وعن محمد أنه يجوز وقف ما فيه تعامل من المنقولات كالفأس والمرّ و القدوم والمنشار والجنازه وثيابها والقدور والمراجل والمصاحف وعن نصير بن يحيٰ أنه وقف كتبه إلحاقا لها بالمصحف وهذا صحيح وأكثر فقهاء الأمصار على قول محمد." [۴۱] (اور امام محمد کے نزدیک منقولات میں سے ہر چیز کا

۳۸- ابن الہمام، **شرح فتح القدير**، ۶: ۲۰۲۔

۳۹- الزیلعی، **تبيين الحقائق**، ۴: ۲۶۵۔

۴۰- علی بن سلطان القاری، **شرح النقاية** (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، س ن)، ۲۱۴۔

۴۱- المرغینانی، **الهداية**، ۱: ۶۴۰۔

وقف جائز ہے جس کا تعامل ہو جائے جیسے کلہاڑا، ہتھوڑا، دارنتی، جنازہ کی چارپائی، جنازہ کی چادریں، ہنڈیا، قرآن مجید وغیرہ اور نصیر بن یحیٰ تلمیذ حسن بن زیاد نے اپنی عام کتب بھی اسی فتوے کی وجہ سے وقف کر دیں اور یہی قول صحیح اور اکثر فقہاے امصار امام محمد کے قول پر ہیں۔)

فقہی روایات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ ایک زمانے تک صاحبین میں منقولات کے باب میں اختلاف رہا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جب تعامل وعرف میں تبدیلی آتی گئی تو اس اختلاف کی نوعیت اتفاق میں تبدیل ہو گئی اور وقف کے فوائد، ضرورت اور موقوف علیہم کی حاجت کی وجہ سے فقہاے کرام کے فتوے میں وسعت پیدا ہوتی گئی چناں چہ **المجتبیٰ** کی روایت سے تعامل وعرف کی بنیاد پر منقولات کے وقف کی وسعت میں یکسر تبدیلی نظر آتی ہے کہ امام محمد کے نزدیک تو منقولات میں سے ہر طرح کے منقول کا وقف جائز ہے خواہ اس کا تعامل ہو یا نہ ہو جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک بھی ان منقولات کا وقف جائز قرار پایا جن میں تعامل وعرف قائم ہو چکا ہے علامہ ابن عابدین نے لکھا: ”نقل في **المجتبى** عن السير جواز وقف المنقول مطلقًا عند محمد و إذا جرىٰ فيه التعامل عند أبي يوسف .“[۴۲] (اور **مجتبیٰ** میں **السیر** کے حوالے سے ہے کہ منقولات کا وقف مطلقاً امام محمد کے ہاں جائز ہے اور جب ان میں تعامل ہو جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک بھی جائز ہے۔)

اگرچہ فقہی عبارات امام ابو یوسف کے اس نقطۂ نظر سے تبدیلی کے محرکات واسباب بیان کرنے سے خاموش ہیں اور یہ بھی بتانے سے قاصر ہیں کہ کیا ان کا اپنے سابقہ فتوے سے (یعنی باب وقف میں منصوص منقولات ہی کا وقف صرف جائز ہے) رجوع ہوا یا نہیں لیکن اتنی بات عیاں ہے کہ انھوں نے بھی امام محمد کی ان کے فتوے میں موافقت کر دی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ سابقہ کسی دور میں صاحبین میں اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے پھر وہ اختلاف ختم ہو گیا لیکن عام طور پر کتب فقہ میں فتوی جات کی ایسی کوئی تاریخ ذکر نہیں کی جاتی جس سے معلوم ہو کہ فقہا کے اقوال کے باہمی اختلاف کا ایک پس منظر ان اقوال کے زمانے کا اختلاف ہے اس لیے ہر دو طرح کے اختلافی اقوال کتب فقہ کے ایک ہی باب میں منقول ومذکور ہوتے ہیں جس سے اس مسئلے کی نوعیت شدید اختلافی معلوم ہوتی ہے جب امام محمد کے فتوے کو قبولیت عام وخاص حاصل ہو گئی اور فقہا کے ہاں انہی کا اس مسئلے میں قول مفتی بہ قرار پایا اور امام ابو یوسف نے بھی ان کی موافقت کر لی تو اب کہا جا سکتا ہے کہ احناف کے ہاں منقولات کے وقف کی تین صورتیں بنیں اور تینوں اتفاقی طور پر جائز ہوئیں۔

۴۲- ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴: ۳۶۳۔

تیسرا نقطۂ نظر

حنابلہ اور شوافع کے ہاں وقف کردہ چیز کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ ایسی چیز ہونی چاہیے جسے باقی رکھتے ہوئے اس سے مسلسل استفادہ ممکن ہو چاہے وہ چیز منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ اس اصول کی وجہ سے ان کے ہاں زمین، درخت، حیوان، غذائی اجناس، زیورات وغیرہ کا وقف جائز ہے۔

شافعی فقیہ علامہ النووی لکھتے ہیں: "الموقوف دوام الانتفاع به لامطعوم وريحان ويصح وقف عقار ومنقول." [۴۳] (موقوفہ چیز ایسی ہو جس سے ہمیشہ فائدہ اٹھانا ممکن ہو لہٰذا، کھانا اور پھول کا وقف تو جائز نہیں لیکن زمین اور دیگر منقولہ اشیا کا وقف جائز ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا: "إن الذي يجوز دفعه ما جاز بيعه وجاز الانتفاع به مع بقاء عينه وكان أصلا يبقى بقاءه أصلا كالعقارو الحيوانات والسلاح والأثاث و هذا قول الشافعي." [۴۴] (خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جائز ہے اور جس کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے اسی سے فائدہ اٹھانا ممکن ہے اور جو چیز باقی رہ سکتی ہو ان کا وقف بھی جائز ہے۔ جیسے زمین، حیوانات، اسلحہ اور امام شافعی کا بھی قول ہے۔)

علامہ الدسوقی[۴۵] مالکی نے **حاشية الدسوقي على الشرح الكبير** میں مالکیہ کا بھی منقولات کے بارے میں یہی نقطۂ نظر لکھا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ چند شرائط کے اختلاف کے ساتھ منقولات کے وقف پر جمہور ائمہ فقہ کا اتفاق ہے۔

وقف النقود / کرنسی میں فقہا کا مؤقف

جہاں تک دراہم ودنانیر یا کسی بھی زمانے کی رائج کرنسی کے وقف کی بحث ہے تو اس کا تعلق بھی تعامل وعرف پر ہے۔ جب دراہم ودنانیر کا وقف تعاملاً جائز ہے تو بقیہ کرنسیوں کا وقف بھی تعاملاً جائز ہو گا۔ عصری

۴۳۔ یحییٰ بن شرف النووی، **المنهاج مع شرحه مغني المحتاج** (بيروت: دار إحياء التراث العربي، س ن)، ۲: ۳۷۹۔

۴۴۔ ابن قدامہ، **المغني**، ۸: ۲۳۱۔

۴۵۔ محمد بن احمد بن عرفہ المالکی الدسوقی، **حاشية الدسوقي على الشرح الكبير** (بيروت: دار الفكر، س ن)، ۴: ۷۷۔

کرنسیوں کے وقف سے متعلق اس جواز کے حکم میں فرق کرنے کی کوئی وجہ نہیں؛ کیوں کہ کرنسی نوٹ بنک میں موجود سونے کی ایک رسید ہے جو عرف میں دراہم ودنانیر کی طرح مستعمل ہے اور دراہم ودنانیر کی طرح عام کرنسی بھی آلہ تبادلہ، پیمانۂ قدر، حفاظت مالیت کا ذریعہ ہے اور اسے قبول عام حاصل ہے[۴۶] لہٰذا دراہم ودنانیر کی طرح ثمن عرفی ہونے میں برابر ہیں تو احکام میں بھی برابر ہوں گی۔ دراہم ودنانیر کے وقف کے جواز پر تعامل کی وجہ سے تمام فقہائے احناف متفق نظر آتے ہیں۔ علامہ الحصکفی لکھتے ہیں: "وصح أيضًا وقف كل منقول قصدًا فيه تعامل للناس كفأس وقدوم بل دراهم ودنانير."[۴۷] (اور ہر ایسی منقول چیز کا وقف قصداً کرنا جائز ہے جس کے وقف کا لوگوں میں تعامل جاری ہو چکا ہو جیسے کلہاڑا اور ہتھوڑا بلکہ دراہم ودنانیر کا وقف بھی تعامل کی وجہ سے صحیح ہے۔)

علامہ ابن عابدین نے **المنح** کے حوالے سے دراہم ودنانیر کے وقف کے جواز کو نقل کیا ہے:

وقال المصنف في **المنح** و لماجرى التعامل في زماننا في البلاد الرومية وغيرها في وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمد المفتى به في وقف كل منقول فيه تعامل كما لايخفى فلا يحتاج على هذا إلى تخصيص القول بجواز وقفها بمذهب الإمام زفر من رواية الأنصاري والله اعلم وقد أفتى مولانا صاحب البحر بجواز وقفها ولم يحك خلافاً.[۴۸]

(اور **المنح**[۴۹] میں ہے کہ جب ہمارے زمانے میں بلاد روم اور اس کے اطراف میں دراہم ودنانیر کے وقف کا تعامل جاری ہو گیا ہے تو یہ بھی امام محمد کے مفتی بہ قول میں داخل ہو گیا جیسے کہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں لہٰذا اس جواز کو امام زفر کے قول کے ساتھ خاص کرنے کی ضرورت نہیں اور صاحب البحر نے بھی ان کے وقف کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اس

۴۶۔ دیکھیے: محمد تقی عثمانی، **اسلام اور جدید معیشت وتجارت** (کراچی: معارف القرآن، ۲۰۱۱ء)، ۱۱۵۔

۴۷۔ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی، **الدرالمختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار** (بیروت: دارالکتب العلمية، ۲۰۰۲ء)، ۳۱۷۔

۴۸۔ ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴: ۳۶۳۔

۴۹۔ علامہ ابن عابدین کا **البحرالرائق** پر حاشیہ ہے جو **البحر الرائق** کے ساتھ مطبوع ہے، جس کا پورا نام **منحة الخالق على البحرالرائق**۔ دیکھیں: یوسف الیان سرکیس، **معجم المطبوعات العربية والمعربة** (قم: مکتبہ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی، ۱۴۱۰ھ)، ۱: ۱۵۴۔

جواز پر کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔)

الفتاوى الهندية میں بھی تعامل و عرف کی وجہ سے نقود / کرنسی کے وقف کو جائز لکھا گیا ہے: ”وقیل في ذلک تعارفوا یفتی بالجواز.“ (۵۰) (اور کہا گیا ہے کہ جس جگہ ان کے وقف کا عرف ہو جائے وہاں ان کے وقف کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔)

الفتاوى التتارخانية میں بھی نقود کا وقف عرف کی وجہ سے جائز کہا گیا ہے: ”وفي وقف الأنصاري وكان من أصحاب الزفر قال إذا وقف الرجل الدراهم والطعام أوما يكال أومايوزن أتراه جائز قال نعم.“ (۵۱) (انصاری جو کہ امام زفر کے تلامذہ میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی دراہم، کھانے پینے اور مکیلی موزونی چیزیں وقف کرے تو کیا آپ اسے جائز سمجھتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں۔)

چناں چہ فقہا کرام نے تعامل کے اصول کو مدار بنا کر اپنے اپنے زمانے کی منقولات کے وقف کو جائز قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے کے فقہا نے عوام کی سہولت و ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اجتہاد سے کام لیتے ہوئے فتاویٰ جات میں توسع کا لحاظ کیا ہے۔ علامہ ابن الہمام نے شرح **فتح القدير** میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تعامل کی وجہ سے وقف کی اشیا کے دائرے کو وسعت دینے والے عمل پر دیگر زمانے کے فقہا کے عمل قیاس کو ذکر فرمایا: ”و إذا عرفت هذا فقد زادبعض المشايخ أشياء من المنقول على ماذكره محمد لما رأوا من جريان التعامل فيها وقف بقرة(۵۲) على أن ما يخرج من لبنها وسمنها يعطىٰ لأبناء السبيل قال إن كان ذلک في موضع غلب ذلک في أوقاتهم رجوت أن يكون جائزاً.“ (۵۳)

(اور جب آپ نے یہ اصول معلوم کر لیا تو بعض مشائخ نے منقولہ اشیا میں امام محمد کے تعامل کو مدار بنانے کی وجہ سے اضافہ کیا چناں چہ فرمایا اگر کسی نے گائے وقف کی کہ اس کا دودھ اور اس سے حاصل شدہ گھی مجاہدین کے نفع

۵۰- **الفتاوى الهندية**، ۲: ۳۶۲۔

۵۱- عالم بن العلاء اندریتی، **الفتاوى التتارخانية** (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۱ھ)، ۵: ۷۱۵۔

۵۲- گائے یا کسی بھی مفید جانور کے وقف کا جواز امام محمد کے قول تعامل پر قیاس کرتے ہوئے بتانا محل نظر ہے کیوں کہ جانور کا وقف برائے جہاد و مجاہدین تو نصاً جائز ہے۔ البتہ اس اصول سے ایسے حیوان کا وقف برائے فقرا و محتاجین قیاساً جائز ہے۔

۵۳- ابن الہمام، **شرح فتح القدير**، ۶: ۲۰۳۔

کے لیے وقف ہے تو فرمایا کہ اگر اس جگہ اس زمانے میں ایسے وقف کا تعامل وغلبہ ہو تو امید ہے کہ یہ جائز ہو گا۔)

بلکہ صاحب المحیط البرھانی نے تو اس ضابطے کے ساتھ صاحب المسبوط امام السرخسی کی اس اصولی بات کا بھی اضافہ کیا کہ جن چیزوں کے وقف کا تعامل ہو ان کا وقف تو جائز ہے ہی اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اس چیز کے وقف کے عدم جواز پر کوئی نص بھی وارد نہ ہو۔ تو گویا تعامل ہونے اور عدم جواز کی نص نہ ہونے سے کسی بھی منقولی شئ کا وقف جائز ہو گا۔ آپ لکھتے ہیں: "وذكر في شرح كتاب الوقف فقال ما تعارفه الناس وليس في عينه نص يبطله فهو جائز كما في الاستصناع." [۵۴] (اور شرح کتاب الوقف میں ذکر فرمایا کہ جس چیز کے وقف کا تعامل ہو جائے اور اس کے عین کے بارے میں عدم جواز کی نص نہ ہو تو ایسا وقف جائز ہے جیسے کہ مسئلہ استصناع میں ہے۔)

المسبوط میں علامہ السرخسی نے لکھا ہے:

ثم في المنقول مقصودًا اختلاف بين أبي يوسف ومحمد ذكره في **السير الكبير** والجواب الصحيح فيه أن ماجرى العرف بين الناس بالوقف فيه من المنقولات يجوز باعتبار العرف وذلک كثياب الجنازة وما يحتاج إليه من القدورو الأواني في غسل الميت والمصاحف والكراع والسلاح للجهاد فإنه روي أنه اجتمع في خلافة عمر ثلث مائة فرس مكتوب على أفخذها حبيس في سبيل الله وهذا الأصل معروف أن ما تعارفه الناس وليس في عينه نص يبطله فهو جائز وهذا الطريق جوزنا الاستصناع فيما فيه تعامل لقوله عليه السلام مارآه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن. [۵۵]

(وقف المنقولات میں صاحبین میں اختلاف ہے اور اسے **السیر الکبیر** میں ذکر کیا گیا ہے اور صحیح جواب اس اختلاف کے نتیجے میں یہ ہے کہ لوگوں میں منقولات میں سے جس چیز کے وقف کا تعارف وتعامل اس کا عرف کی وجہ سے وقف جائز ہے جیسے جنازہ کے کپڑے، میت کے غسل کے لیے برتن، قرآن مجید، گھوڑے، اسلحہ برائے جہاد کے وقف کا عرف؛ کیوں کہ حدیث میں ہے حضرت عمر کے زمانے میں تین سو ایسے گھوڑے جہاد کے لیے وقف تھے جن کی رانوں پر یہ الفاظ نقش تھے حبيس في سبيل الله یعنی اللہ کی راہ میں وقف یعنی یہ اصول مشہور تھا کہ جس چیز کا لوگوں میں عرف ہو جائے اور اس کے بارے میں کوئی ایسی نص نہ ہو جو اسے باطل قرار دے تو یہ وقف جائز ہے اسی طریقے پر ہم نے استصناع کو

۵۴- ابو المعالی محمود بن احمد، **المحيط البرهاني** (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۹ء)، ۸: ۵۰۲۔

۵۵- السرخسی، **المسبوط**، ۶: ۵۵۔

جائز قرار دیا نیز اس کے بارے آپ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے: ماراٰہ المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن.)

اور فقہا نے منقولات کی تأبید و تسلسل کی یہ صورت تجویز کی ہے:"لو قال الكر من الخطة وقف على شرط أن يقرض للفقراء الذين لابدلهم فيزرعونها لأنفسهم ثم يؤخذ منهم بعد الإدراک قدر القرض لغيرهم من الفقراء أبداً جاز على هذا أبداًومثل هذا أكثرهم في الرى وناحيه نهاوند." [۵۶] (فقہا نے فرمایا اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر کسی نے گندم کا کوئی ڈھیر وقف کیا اور شرط یہ عائد کی کہ یہ گندم فقرا کو قرض پر دے دی جائے تا کہ وہ اپنی زمین میں اسے کاشت کر لیں پھر جب گندم کٹ جائے تو ان سے قرض کے بقدر واپس لے لی جائے اور دیگر فقرا کو قرض پر دے دی جائے یوں ہمیشہ کے لیے وہ گندم باقی رہ سکتی ہے اور اس طرح کا عمل ری اور نہاوند[۵۷] کے علاقہ جات میں رائج تھا۔)

وقف الدراہم والدنانیر کے جواز پر گندم کے وقف اور گائے کے وقف کو قیاس کیا گیا اس کے بارے میں علامہ الحصکفی نے لکھا: "فعلى هذا لووقف كرا على شرط أن يقرضه لمن لابذر له ليزرعه لنفسه فإذا أدرک أخذ مقداره ثم أقرضه بغيره وهكذا جاز وفي **الخلاصة** وقف بقرة على أن ماخرج من لبنها وسمنها للفقراء إن اعتادوا ذلک رجوت أن يجوز." [۵۸] (اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر کسی نے گندم کو اس شرط پر وقف کیا کہ جس کے پاس بیج ڈالنے کے لیے گندم نہ ہو تا کہ وہ اپنے لیے کھیتی باڑی کر سکے تو اسے قرض دیا جا سکتا ہے جب اس کے پاس گندم حاصل ہو جائے تو قرض کے بقدر گندم اس سے وصول کر لی جائے تا کہ کسی اور کو قرض دی جا سکے تو یہ جائز ہے۔ اور خلاصہ میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر کسی نے

۵۶- عبدالرحمان بن سلیمان الشیخی زادہ، **مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر** (بیروت: دارإحياء التراث العربي، س ن)، ۲: ۵۷۸۔

۵۷- نہاوند ایران میں صوبہ ہمدان کا ایک شہر ہے جس کی تعمیر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی جو ہمدان سے ستر کلو میٹر جنوب میں واقع ہے۔ قدیم تاریخ کے اعتبار سے یہ شہر طوفان نوح سے پہلے بھی موجود تھا عہد فاروقی میں ہونے والی جنگ نہاوند اسی کی وجہ سے مشہور ہے۔ دیکھیں: شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ الحموی، **معجم البلدان** (بیروت: دار صادر، س ن)، ۵: ۳۱۳۔

۵۸- ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴: ۳۶۴۔

گائے وقف کی تا کہ اس کا دودھ اور گھی فقرا کو دیا جائے تو اگر اس علاقے میں یہ عادت ہو تو مجھے امید ہے کہ یہ وقف جائز ہے۔)

اس قیاسی مثال میں گندم اور گائے یقیناً یا تو مثال کے طور پر ہیں یا اس لیے کہ اس کے بارے استفتا کیا گیا ہو گا یا اس کا عرف ہو گا ورنہ قیاس کے طور پر کسی بھی ایسی چیز جو فقرا کے لیے مفید ہو کا وقف جائز ہو گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: "فحیث جری فیها تعامل دخلت فيما أجازه محمد ولهذا لما مثل محمد بأشياء جرى فيها التعامل في زمانه قال في **الفتح** إن بعض المشايخ زادوا أشياء من المنقول على ماذكره محمد لمارأوا جريان التعامل فيها وذكر منها مسئلة البقرة ومسئلة الدراهم والمكيل."[۵۹] (لہذا جب دراہم وغیرہ کا تعامل جاری ہو گیا تو یہ بھی ان چیزوں میں شامل ہو گئے جن کے وقف کی امام محمد نے اجازت دی تھی اور اسی بنیاد پر کہ امام محمد نے اپنے زمانے کی جن اشیا میں وقف کا تعامل قائم ہو گیا تھا ان کو بیان کیا چناں چہ **فتح القدير** میں ہے کہ بعض مشائخ نے ان منقولہ اشیا میں اضافہ کیا جن کے تعامل کا ذکر امام محمد نے کیا تھا اور پھر اس میں مسئلہ البقرۃ اور مسئلۃ الدراہم والمکیل کو ذکر کیا۔)

چناں چہ نقود خواہ دراہم و دنانیر کی شکل میں ہوں یا مروّجہ عصری کرنسیوں کی صورت میں سب کا وقف جائز ہے۔ **الفتاوى التتارخانية** میں ہے: "وفي وقف الأنصاري وكان من أصحاب زفر قال إذا وقف الرجل الدراهم والطعام أومايكال أومايوزن أتراه جائز قال نعم." [۶۰](انصاری جو کہ امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ کیا اگر کوئی دراہم، کھانا، مکیلی یا موزونی چیز وقف کرے تو آپ اسے جائز سمجھتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔)

علامہ ابن عابدین کا المنح کے حوالے سے قول بھی گزر چکا ہے جس میں دراہم و دنانیر کے وقف کے جواز کو امام محمد کے قولِ تعامل میں داخل کیا گیا ہے نیز حنفی فقیہ علامہ ابوالسعود[۶۱] کا مستقل رسالة في جواز وقف

۵۹- نفس مرجع۔

۶۰- عالم بن العلاء اندرپتی، **التتارخانية**،۵: ۷۱۵۔

۶۱- ابو سعود محمد بن محمد العمادی، **رسالة في جواز الوقف** (بيروت: دارابن حزم،۱۹۹۷ء)۔ دیکھیں: حاجی خلیفہ مصطفی بن عبداللہ چلپی، **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون** (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، س ن)، ۱: ۸۹۸۔

النقود بھی کرنسیوں کے وقف کے جواز کا مستقل ثبوت ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے نقود کے وقف پر مالکیہ اور حنابلہ کا راجح مسلک جواز کا لکھا ہے۔[۶۲] شوافع کے ہاں بھی راجح قول نقود / کرنسیوں کے وقف کے جواز کا ہے[۶۳] لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ نقود / عصری کرنسیوں کے وقف کے جواز پر جمہور ائمہ کا فی الجملہ اتفاق ہے نیز جب فقہائے کرام نے تعامل کی وجہ سے منقولات میں سے دراہم ودنانیر کے وقف کا جواز فرمایا تو اس پر قیاس کرتے ہوئے گندم اور گائے (برائے دودھ و گھی) کے وقف کو جائز قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کے دور قدیم میں فقہائے کرام اپنے زمانے کے تعامل کے لیے اپنے سے قبل زمانے کے اجتہاد کو مقیس علیہ بنا کر عصری ضرورت کے لیے قیاس کرتے ہوئے توسّع اختیار کرتے رہے ہیں تو اب بھی عصری کرنسیوں کے وقف کے جواز کے لیے زمانۂ قدیم کے دراہم ودنانیر کے وقف کے جواز کو معیار ومدار بنا کر جواز کا قول کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث سے اس اعتراض کا جواب ہو گیا ہے کہ نقود کا وقف درست نہیں؛ کیوں کہ منقولات کا وقف اس وقت جائز ہے کہ جب وہ اراضی کے تابع ہوں یا ان کے وقف کے جواز پر نص وارد ہوئی ہوں اور نقود / کرنسی نہ تو اراضی کے تابع ہیں اور نہ ان کے وقف پر نص وارد ہوئی ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ اشیا کی حلت وحرمت کے ثبوت کے لیے دلائل اربعہ[۶۴] کے علاوہ دیگر دلائل بھی ہیں اور ان میں سے یہاں دلیل تعامل اور عرف ہے پھر جب تعامل کی وجہ سے منقولات کے وقف کے جواز کا فتوی دیا گیا تو منقولات کے وقف کے باب میں توسع ہوا اور فقہا نے عصری ضرورت کے پیش نظر گائے اور گندم وغیرہ کے وقف کو بھی جائز قرار دیا نیز وقف المنقولات میں تعامل کو معیار بنانے کی وجہ سے مختلف علاقوں میں دیگر کئی چیزوں کے وقف کو بھی درست قرار دیا گیا اسی لیے مختلف علاقوں کی منقولی اشیا کے وقف میں قدرے اختلاف وتفاوت بھی نظر آتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ جن علاقوں میں کسی چیز کے وقف کا تعامل ہوتا تو اس کے جواز کا فتوی اس علاقے میں رائج ہو جاتا اور اگر اس کا کسی دوسرے علاقے میں تعامل نہ ہوتا تو وہاں کے فقہا اس کا اس علاقے میں وقف کے جواز کا فتویٰ نہ دیتے تھے چناں چہ کپڑوں کا وقف، کتب کا وقف، کلہاڑی و ہتھوڑے کا وقف، گھروں میں استعمال کے سامان کا وقف، برتنوں، جنازے کی چارپائی کا وقف، صرف درختوں کا وقف، زمین کے بغیر عمارت کا وقف میں عدم جواز اور پھر جواز کے فتاویٰ جات دراصل اس علاقائی اور زمانے کے مختلف عرف وتعامل کی تبدیلی کی وجہ سے ہے یعنی ایک زمانے میں ایک علاقے میں کسی چیز کے وقف کا تعامل رہا اور عین اسی زمانے میں کسی دوسرے علاقے میں اس کے وقف کا تعامل

۶۲- احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **مجموع فتاوی ابن تیمیة** (ریاض: مطابع الریاض، ۱۳۸۳ھ)، ۳۱: ۲۳۵۔

۶۳- النووی، **شرح المهذب**، ۱۵: ۳۲۵۔

۶۴- قرآن مجید، حدیث رسول، اجماع امت، قیاس۔

نہ پایا گیا تو فتوے کی نوعیت میں فرق پڑ گیا۔ اور کتب فقہ میں دونوں طرح کے فتاویٰ اس تفصیل کے بغیر منقول ومذکور ہو گئے۔ (۶۵)

۶- شرط ششم: موقوفہ چیز کا منفرد و تنہا ملکیتی ہونا: چھٹی شرط یہ ہے کہ موقوفہ چیز اگر زمین ہے اور اس کا وقف مسجد یا قبرستان کے لیے ہو تو ضروری ہے کہ وہ مشترکہ زمین نہ ہو بلکہ واقف کی تنہا ملکیت ہو؛ کیوں کہ مشترکہ زمین کی صورت ہو تو دیگر شرکا پر اپنے اپنے حصوں کو وقف کرنا ضروری نہیں ہو گا لہٰذا اگر وہ زمین ناقابل تقسیم ہو تو اسے استعمال کرنے کے لیے باری مقرر کرنا ہو گی تو واقف کی باری کے زمانے میں تو وہ جگہ مسجد کے طور پر استعمال ہو گی اور دوسرے شرکا کی باری پر وہ جگہ دیگر مصارف میں استعمال ہو گی جس سے وقف کے مقاصد حاصل ہونا ممکن نہیں ہوں گے اسی لیے فقہا نے وقف کے لیے افراز اور عدم مشاع کو ضروری قرار دیا ہے۔ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں: ”إنما اتفقوا على منع وقف المشاع مطلقًا مسجد أومقبرة لأن الشيوع يمنع خلوص الحق لله تعالى ولأن جواز وقف المشاع فيما لايحتمل القسمة يحتاج فيه إلى التهايؤ والتهايؤ فيه يؤدى إلى أمر مستقبح وهو أن يكون المكان مسجدًا سنة و اصطبلًا للدواب سنة ومقبره عاماً ومزرعة عاما أوميضاة عامًا.“ (۶۶) (فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد اور مقبرہ کا غیر منقسم ہونے کی صورت میں وقف جائز نہیں ہے کیوں کہ اشتراک سے یہ سب چیزیں خالصتاً اللہ کے لیے نہیں رہ سکتیں اور نیز مشاع میں باری مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئے گی جب کہ مسجد و مقبرے کے لیے باری مقرر کرنا قبیح عمل ہے کیوں کہ اس کے نتیجے میں وہ جگہ ایک سال مسجد اور ایک سال گھوڑوں کا اصطبل ہو گی اور اسی طرح ایک سال مقبرہ اور ایک سال کھیت یا وضو خانہ ہو گی۔)

البتہ مسجد و مقبرے کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے مشاع و مشترکہ زمین جو کہ ناقابل تقسیم ہو کا وقف باتفاق فقہا جائز ہے۔

علامہ ابن عابدین **تنقيح الحامدية** کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”اتفق ابو يوسف ومحمد علىٰ جواز وقف المشاع لاتمكن قسمة كالحمام والبئر والرحى.“ (۶۷) (صاحبین کا ایسی مشترکہ چیزوں کے

۶۵- دیکھیں: ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴: ۳۶۳، ۳۶۵، ۳۹۰؛ **الفتاوى الهندية**، ۲: ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳۔

۶۶- ابن ہمام، **شرح فتح القدير**، ۵: ۴۲۶۔

۶۷- محمد امین ابن عابدین، **العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۱: ۱۱۰۔

وقف کے جواز پر اتفاق ہے جو ناقابل تقسیم ہوں جیسے حمام، کنواں اور پن چکی۔)

جب کہ مسجد و مقبرے کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے قابل تقسیم مشترکہ زمین یا چیز کے وقف میں فقہا کا اختلاف ہے۔ جمہور فقہا کے نزدیک ایسی مشاع جو قابل تقسیم ہے کا وقف جائز ہے جب کہ امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے لیکن راجح مذہب جمہور اور امام ابویوسف کا ہے[۶۸] امام محمد کا امام ابویوسف اور جمہور سے یہ اختلاف دراصل اصول کی وجہ سے ہے کہ امام محمد کے نزدیک وقف کی تکمیل کے لیے متولی کا قبضہ ضروری ہے چوں کہ مشاع میں قبضہ ممکن نہیں لہٰذا اس کا وقف جائز نہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک وقف کی تکمیل کے لیے متولی کا قبضہ ضروری نہیں صرف واقف کا زبانی یا تحریر کی صورت میں وقف کر دینا ہی کافی ہے اس لیے مشاع کا وقف جائز ہے۔ علامہ السرخسی نے **المبسوط** میں ہر دو طرف کے موقف اور ان کے دلائل ذکر کیے ہیں:

وأما عند محمد لايتم الوقف من الشيوع فيما يحتمل القسمة لأن على مذهبه أصل القبض شرط لتمام الوقف فإنها لاتتم في مشاع يحتمل القسمة كالهبة وأما عند أبي يوسف لأن القسمة من تتمة القبض فإن القبض للحيازة فيما يقسم القسمة ثم أصل القبض عنده ليس بشرط في الصدقة الموقوفه فذالک ماهو من تتمة الوقف وهذا لأن الوقف على مذهبه قياس العتق والشيوع لايمنع العتق فكذالک لايمنع الوقف.[۶۹]

(امام محمد کے نزدیک قابل تقسیم مشترکہ چیز کا وقف بغیر تقسیم کے جائز نہیں؛ کیوں کہ ان کے نزدیک وقف کی تکمیل کے لیے قبضہ شرط ہے اور مشاع میں قبضہ ممکن نہیں جیسے ہبہ اور امام ابویوسف کے نزدیک تقسیم قبضہ کا تتمہ ہے کیوں کہ قبضہ تو حیازہ اور علاحدگی کے لیے ہوتا ہے اور حیازہ کی تمامیت قابل تقسیم اشیا میں تقسیم سے ہی ممکن ہے ان کے نزدیک چوں کہ وقف پر قبضہ شرط نہیں اسی طرح جو وقف کا تتمہ ہو اس پر بھی قبضہ شرط نہیں امام ابویوسف کے نزدیک وقف کو عتق پر قیاس کیا گیا ہے اور عتق میں شیوع واشتراک ممنوع نہیں لہٰذا وقف میں بھی شیوع ممنوع نہیں۔)[۷۰]

اس تفصیل کی روشنی میں دیکھا جائے تو کمپنی کے شئیرز قابل تقسیم مشاع کی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمپنی کے شئیرز کی حقیقت و پس منظر کے بارے میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے: "جب لوگ کمپنی کے حصے

۶۸۔ دیکھیں محمد کامل بن المصطفٰی الطرابلسی، **الفتاوی الكاملية** (قندھار: دار الاشاعت، س ن)، ۵۶۔

۶۹۔ السرخسی، **المبسوط**، ۱۲: ۳۷۔

۷۰۔ جمہور کے وقف مشاع قابل تقسیم کے جواز پر اعتراض یہ ہے کہ مشاع کے وقف میں بہر حال بعد میں افراز و تقسیم ضروری ہے تاکہ وقف کے مقاصد حاصل ہو سکیں اور افراز حکماً بیع ہے اور وقف کی بیع جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ افراز مشاع میں لازماً بیع نہیں ہوتا بلکہ افراز وقف میں برائے تمیز ہے۔ لہٰذا وقف کی بیع والا اعتراض بے محل ہے۔

لے کر سرمایہ دیتے ہیں تو حصہ دار کو کمپنی ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس شخص کا کمپنی میں اتنا حصہ ہے اس سرٹیفکیٹ کو اردو میں حصہ، عربی میں السھم اور انگریزی میں Share کہتے ہیں کاروبار جتنے سرمایہ سے جاری کیا جاتا ہے اس سرمائے کو اکائیوں پر تقسیم کر کے ایک اکائی کو ایک حصہ Share کی قیمت قرار دی جاتی ہے۔ آج کل عموماً دس، دس روپے کے شئیرز جاری کیے جاتے ہیں۔" (۷۱)

ابتدا میں کمپنی کے پاس جب تک شئیرز ہولڈرز کے حصے سرمایے کی شکل میں ہوتے ہیں اور کمپنی عملی طور پر نہ تو کوئی کاروبار کر رہی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے پاس نقدی کے علاوہ جامد اثاثہ جات مثلاً مشینری، زمین، بلڈنگ، ٹرانسپورٹ وغیرہ ہوتے ہیں تو اس وقت تک کمپنی کے پاس موجود تمام نقود اور سرمایے میں حاملین حصص کا اپنے اپنے حصص کے اعتبار سے متناسب حصہ ہوتا ہے لیکن جب کوئی کمپنی اپنا عمل شروع کرتی ہے اور جامد اثاثہ جات خرید لیتی ہے تو کمپنی کے پاس نقود مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں اس میں جامد اثاثہ جات، مشینری، بلڈنگ، تیار شدہ سامان اور کمپنی کی مصنوعات، خام مال اور کچھ نقود شامل ہوتے ہیں۔ اس وقت حاملین حصص کے شئیرز کمپنی میں موجود جملہ اثاثہ جات و نقود میں ان کے متناسب حصوں اور ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کمپنی کے تمام اثاثہ جات کی کل مجموعی قیمت ایک کروڑ روپے ہے اور حاملین حصص / شئیر ہولڈرز میں سے کسی کے پاس ایک لاکھ روپے کے شئیرز ہیں تو اس کا مطلب یہ ہ

ے کہ یہ شخص کمپنی کے کل اثاثہ جات میں ۱٪ اثاثوں کا مالک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ شئیرز اور حصص دراصل کسی بھی مشترکہ جائے داد، پراپرٹی، کمپنی میں ایک مشاع و مشترک حصے کا نام ہے جسے تجارتی عرف میں شئیر کیا جاتا ہے اور جس کی نظر آنے والی شکل سند اور سرٹیفکیٹ کی صورت میں ہوتی ہے جو حصے دار کے کمپنی میں مشاع طور پر حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔

۲۔ اگر کسی نے کمپنی کے پاس فی الحال تمام سرمایہ نقود کی شکل میں ہو اور ابھی جامد اثاثہ جات کی خرید کی نوبت نہ آئی ہو تو جس کے پاس جتنی مالیت کے شئیرز ہوں گے اس کمپنی میں وہ اتنی مالکیت کا مالک ہوگا اور کمپنی کے پاس موجود رقم / نقود میں سے اتنی رقم پر شئیرز ہولڈر کی ملکیت ہوگی۔

۳۔ اور اگر کمپنی نے نقود سے مختلف جامد اثاثہ جات خرید لیے جو یقیناً مختلف شکلوں میں ہوں گے تو شئیر ہولڈر کی کمپنی کے تمام اثاثہ جات میں مشاع اور مشترک طور پر اپنے اپنے حصص کے بقدر ملکیت ہو

۷۱۔ محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ۶۹۔

گی۔ (۷۲)

چناں چہ امام ابویوسف اور جمہور کے موقف کے مطابق کمپنی میں کسی کے حصص قابل تقسیم لیکن مشاع جاے داد کی طرح ہیں جن کا وقف جائز ہے کیوں کہ یہ شئیرز اس شخص کی کسی بھی کمپنی میں مشاع حصص کی ملکیت پر دلالت کرتے ہیں وہ حصہ مشاع کمپنی کی منقولہ وغیر منقولہ دونوں قسم کی اشیا پر مشتمل ہوتا ہے۔ امام ابویوسف اور جمہور کے موقف ہی کی بنیاد پر مولانا عثمانی نے **امداد الاحکام** میں کمپنی کے حصص کے وقف کو جائز لکھا ہے۔

چوں کہ ان حصوں کا وقف متعارف ہے اس لئے جائز ہے اگر خریدار کی ملکیت میں مکانات ودکانیں وغیرہ ہیں جب تو یہ وقف عین مشاع ہے اور وقف مشاع امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر خریدار کی ملک میں مکانات ودکانیں نہیں بلکہ صرف رقم اور اس کا منافع ہے تو یہ وقف دراہم کی جنس سے جو امام محمد کے نزدیک بہ وقت تعارف جائز ہے (۷۳) اس لیے بہر حال ان حصص کا وقف جائز ہے۔ (۷۴)

تاہم یہ امر قابل توجہ ہے کہ کمپنی کے کسی حامل کے حصص وقف ہو جانے کے بعد ان پر تمام احکام وقف جاری ہوں گے یعنی ان کی عام حالات میں بیع وشرا، ہبہ، رہن، ترکہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا البتہ ان سے سرمایہ کاری کرنا اور ان سے حاصل شدہ آمدن کو مصارف وقف پر خرچ کرنا ضروری ہوگا اور اگر ان کی مارکیٹ ویلیو کمپنی کے ساکھ کی وجہ سے مسلسل کم ہو رہی ہو اور بہ ظاہر ان کی قدر وقیمت کے زیادہ ہونے کا امکان نہ ہو تو شرائط استبدالِ وقف کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں بیچنا اور دوسرے ایسے شئیرز خریدنا جس میں وقف کو فائدہ ہو جائز ہوگا نیز اسی طرح وقف کی بقیہ تفصیلات مثلاً واقف، متولی، موقوف علیہم وغیرہ کا بھی ان شئیرز پر اطلاق ہوگا۔

۷۲۔ کمپنی کے شئیرز کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ کمپنی کے جاری کردہ شئیرز پر اگر حاملین کا نام درج ہو تو انھیں Registered Share السهم المسجل اور اگر نام درج نہ ہو تو انھیں Bearer Share / السهم لحامله کہا جاتا ہے۔ پھر کمپنی میں حقوق اور پالیسی میں مداخلت کے اعتبار سے ایک تو عام حصص ہوتے ہیں جنھیں Ordinary Share اور کچھ خاص حصص ہوتے ہیں جنھیں Preference Share کہا جاتا ہے جن کے حاملین کو عام حصص والوں پر کچھ ترجیحات ہوتی ہیں۔ دیکھیں: محمد تقی عثمانی، **اسلام اور جدید معیشت وتجارت**، ۷۰۔

۷۳۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے غالباً کتب متداولہ میں مذکور قول کی وجہ سے وقف الدراہم کے جواز کو صرف امام محمد کی طرف منسوب کر دیا ہے ورنہ یہ حقیقت ماقبل میں واضح ہو چکی ہے کہ تعامل کی وجہ سے قریب قریب تمام فقہاے کرام کا نقود / کرنسی کے وقف کے جواز کا قول ہے۔

۷۴۔ ظفر احمد عثمانی، **امداد الاحکام** (کراچی: مکتبہ دار العلوم، س ن)، ۳: ۱۰۷۔

نتائج بحث

۱۔ نقود کا وقف بہ ذریعہ مضاربہ جائز ہے۔

۲۔ باتفاق علما وقف ایک اہم عبادت اور صدقۂ جاریہ ہے۔

۳۔ کمپنی شئیرز کا وقف قابل تقسیم مشترک ہونے کی بنیاد پر جائز ہے۔

۴۔ وقف کی صحت کے لیے اس کا تمام شرائط وقف پر پورا اترنا ضروری ہے۔

۵۔ وقف پر اصل ملکیت اللہ تعالی کی ہوتی ہے متولی یا ناظر نیابتاً تصرفات کرتا ہے۔

۶۔ غیر منقول اشیا کا وقف بلا اختلاف جائز ہے؛ منقولہ کے وقف میں تفصیلات ہیں۔

۷۔ دیگر فقہا کے نزدیک منقولات کا وقف تأبید کے بندوبست کے ساتھ جائز ہے۔

۸۔ عند الاحناف منقولات کا وقف تین صورتوں میں جائز ہے:

(ا) ان کے وقف پر نص آئی ہو۔ (ب) وہ منقولات جو اراضی کے تابع ہوں۔

(ج) وہ منقولات جن کے وقف کا عرف و تعامل ہو گیا ہو۔

خلاصہ بحث

مسلم معاشرے سے غربت و ناداری کے خاتمے کا ایک اہم ذریعہ وقف بھی ہے۔ وقف زمانۂ قدیم سے جاری ہونے والا پسندیدہ عمل ہے۔ وقف کا معنی ہے روکنا۔ اصطلاح میں وقف کی تعریف میں تفصیل ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کسی چیز کی ذات پر اپنی ملکیت برقرار رکھتے ہوئے اس کے منافع صدقہ کرنا، امام مالک کے نزدیک اپنی مملوکہ چیز کے منافع خاص مدت تک صدقہ کرنا، امام احمد بن حنبل کے نزدیک اپنی مملوکہ چیز کی ذات اور منافع موقوف علیہم کو دینا، شوافع اور صاحبین کے نزدیک اپنی مملوکہ چیز کی ملکیت اللہ تعالی کو دے کر اس کے منافع صدقہ کرنا وقف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک وقف پر واقف کی ملکیت باقی رہتی ہے تاہم ان کے ملکیتی تصرفات میں تفصیل ہے۔ حنابلہ کے نزدیک وقف پر موقوف علیہم کی ملکیت ہوتی ہے۔ شوافع اور صاحبین کے نزدیک وقف اللہ تعالی کا مملوک ہوتا ہے۔ فقہی نقطۂ نظر سے وقف ایک شخص قانونی ہوتا ہے۔ وقف کی صحت کے لیے واقف اور موقوف کی شرائط کا مکمل ہونا ضروری ہے۔ واقف کی شرائط میں عاقل، بالغ اور باختیار ہونا شامل ہے۔ غیر مسلم اور مرتد کا وقف اختلافی ہے۔ موقوف کی شرائط میں مالِ وقف کا متعین ہونا، مملوک ہونا، باقی رہنا، غیر مشترک ہونا اور غیر منقول ہونا داخل ہیں۔ منقولات کا وقف چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک ہر

وہ منقول چیز جو مسلسل باقی رہے اس کا وقف جائز ہے۔ احناف کے نزدیک وہ منقولات جن کے وقف پر نص ہو یا جو غیر منقول کے تابع ہوں یا ان کے وقف کا عرف اور تعامل ہو گیا ہو ان کا وقف جائز ہے۔ زمانۂ قدیم میں دراہم ودنانیر کا وقف تعامل کی وجہ سے جائز رہا؛ اس پر قیاس کرتے ہوئے مروجہ کرنسی کا وقف بھی جائز ہے، نیز کمپنی کے شئیرز کا وقف بھی قیاساً جائز ہے، کیوں کہ فقہا کے راجح قول کے مطابق قابل تقسیم مشترک چیز کا وقف جائز ہے اور کمپنی کے شئیرز بھی قابل تقسیم مشترک اشیا کی قسم میں سے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

List of Sources in Roman Script

- Al-'Asqalani, Ibn Hajar Ahmad b. 'Ali. *Fath al-Bari*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1379 AH.
- Al-'Imadi, Abu Sa'ud b. Muhammad. *Risalah fi Jawaz al-Waqf*. Beirut: Dar ibn Hazm, 1997.
- Al-Babarti, Muhammad b. Mahmud. *Al-'Inayah bi Hamish Fath al-Qadir*. Quetta: Maktabah Rashidiyyah, n.d.
- Al-Bahuti, Mansur b. Yunus. *Kashshaf al-Qina' 'an Matn al-Iqna'*. Makkah: Matba' al-Hukumah, 1394 AH.
- Al-Dardir, Abu al-Barakat Ahmad b. Muhammad. *Al-Sharh al-Saghir*. Cairo: Dar al-Ma'arif, 1392 AH.
- Al-Dimashqi, Taqiyy al-Din Abu Bakr b. Muhammad al-Shafi'i. *Kifayat al-Akhyar fi Hall Ghayat al-Ikhtisar*. Qatar: Al-Shu'un al-Islamiyyah, n.d.
- Al-Dusuqi, Muhammad b. Ahmad b. 'Arfah al-Maliki. *Hashiyat al-Dusuqi 'ala al-Sharh al-Kabir*. Beirut: Dar al-Fikr, n.d.
- Al-Hamawi, Shihab al-Din Yaqut. *Mu'jam al-Buldan*. Beirut: Dar Sadir, n.d.
- Al-Haskafi, 'Ala' al-Din Muhammad b. 'Ali. *Al-Durr al-Mukhtar Sharh Tanvir al-Absar wa Jami' al-Bihar*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2002.
- Al-Khassaf, Abu Bakr Ahmad b. 'Umar. *Ahkam al-Awqaf*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah,1999.
- Al-Manawi, 'Abd al-Ra'uf. *Taysir al-Wuquf*. Makkah: Maktabah Nazar Mustafa al-Baz, 1988.
- Al-Marghinani, Abu al-Hasan 'Ali b. Abi Bakr. *Al-Hidayah*. Multan: Maktabah Sharikat-i 'Ilmiyyah, n.d.
- Al-Marghinani, Abu al-Hasan 'Ali b. Abi Bakr. *Hidayah ma' Fath al-Qadir*. Quetta: Maktabah Rashidiyyah, n.d.
- Al-Mawardi, Abu al-Hasan 'Ali b. Muḥammad, *al-Hawi al-Kabir*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1414 AH.
- Al-Nasa'i, Abu 'Abd al-Rahman Ahmad b. Shu'ayb. *Al-Sunan al-Kubra*. Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 2001.

- Al-Nawawi, Yahya b. Sharaf. *Al-Majmu' Sharh al-Muhadhdhab*. Beirut: Dar al-Fikr, n.d.
- Al-Nawawi, Yahya b. Sharaf. *Al-Minhaj ma' Sharh Mughni al-Muhtaj*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, n.d.
- Al-Nawawi, Yahya b. Sharaf. *Rawdat al-Talibin*. Beirut: Al-Maktab al-Islami, 1985.
- Al-Qari, 'Ali b. Sultan. *Sharh al-Nuqayah*. Karachi: H. M. Sa'id Company, n.d.
- Al-Qari, Muhammad b. Sultan. *Mirqat Sharh Mishkat*. Multan: Maktabah Imdadiyyah, n.d.
- Al-Sarakhsi, Muhammad b. Ahmad. *Al-Mabsut*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1993.
- Al-Sawi, Ahmad b. Muhammad al-Maliki. *Hashiyah al-Sawi 'ala al-Sharh al-Saghir*. Cairo: Dar al-Ma'arif, n.d.
- Al-Shami, Muhammad Amin ibn 'Abidin. *Radd al-Muhtar*. Karachi: H. M. Sa'id Company, n.d.
- Al-Sharbini, Muhammad b. Ahmad al-Khatib. *Mughni al-Muhtaj ila Ma'rifat Ma'ani Alfaz al-Minhaj*. Beirut: Dar al-Ma'rifah,2010.
- Al-Tarabulusi, Ibrahim b. Musa. *Al-Is'af fi Ahkam al-Awqaf*. Egypt: Maktabah Hindiyyah, 1320 AH.
- Al-Tarabulusi, Muhammad Kamil b. al-Mustafa. *al-Fatawa al-Kamiliyyah*. Qandhar: Dar al-Isha'at, n.d.
- Al-Zayla'i, 'Uthman b. 'Ali. *Tabyin al-Haqa'iq Sharh Kanz al-Daqa'iq*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2002.
- Al-Zuhaili, Wahbah. *Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhu*. Beirut: Dar al-Fikr,1984.
- Chalabi, Haji Khalifah Mustafa b. 'Abd Allah. *Kashf al-Zunun 'an Asami al-Kutub wa al-Funun*. Karachi: Nur Muhammad Karkhana-i Tijarat Aram Bagh, n.d.
- Ibn 'Abidin, Muhammad Amin. *Al-'Uqud al-Durriyyah fi Tanqih al-Hamidiyyah*. Quetta: Maktabah Rashidiyyah, n.d.
- Ibn al-Hammam, *Fath al-Qadir*. Quetta: Maktabah Rashidiyyah, n.d.
- Ibn Manzur, Muhammad b. Mukarram. *Lisan al-'Arab*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi,1996.

- Ibn Nujaym, Zain al-Din. *Al-Bahr al-Ra'iq*. Quetta: Maktabah Rashidiyyah, n.d.
- Ibn Qudamah, Muwaffaq al-Din. *Al-Mughni*. Riyadh: Dar 'Alam al-Kutub, 1997.
- Ibn Taymiyyah, Ahmad b. 'Abd al-Halim. *Majmu' Fatawa ibn Taymiyyah*. Riyad: Matabi' al-Riyad, 1383 AH.
- Indarpati, 'Alim b. al-'Ala. *Al-Fatawa al-Tatarkhaniyyah*. Karachi: Idarah al-Qur'an wa al-'Ulum al-Islamiyyah, 1411 AH.
- Kairanvi, Wahid al-Zaman. *Al-Qamus al-Wahid*. Lahore: Idarah-i Islamiyat, 2001.
- Kandhalvi, Muhammad Idris. *Al-Ta'liq al-Sabih Sharh Mishkat al-Masabih*. Lahore: Maktabah 'Uthmaniyyah, n.d.
- Nizam, Al-Sheikh Nizam wa Jama'at 'Ulama' al-Hind. *Al-Fatawa al-Hindiyyah*. Quetta: Maktabah Majidiyyah, 1983.
- Sadr al-Shari'ah, Abu al-Ma'ali Burhan al-Din Mahmud b. *Al-Muhit al-Burhani*. Karachi: Idarat al-Qur'an wa al-'Ulum al-Islamiyyah, 2009.
- Sarkis, Yusuf Alyan. *Mu'jam al-Matbu'at al-'Arabiyyah wa al-Mu'arrabah*. Qum: Maktabat Aayatullah al-'Azimi al-Mar'ashi al-Najafi, 1410 AH.
- Shaykhizadah, 'Abd al-Rahman b. Sulayman. *Majma' al-Anhur fi Sharh Multaqa al-Abhur*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, n.d.
- Shihab al-Din, Abu Umar. *Al-Qamus al-Wafi*. Beirut: Dar al-Fikr, 2003.
- 'Uthmani, Muhammad Taqi. *Islam aur Jadid Ma'ishat-o Tijarat*. Karachi: Ma'arif al-Qur'an, 2011.
- 'Uthmani, Muhammad Taqi. *Takmilah Fath al-Mulhim*. Karachi: Maktabah Dar al-'Ulum, 1415 AH.
- 'Uthmani, Zafar Ahmad. *I'la al-Sunan*. Karachi: Idarat al-Qur'an wa al-'Ulum al-Islamiyyah, 1415 AH.
- 'Uthmani, Zafar Ahmad. *Imdad al-Ahkam*. Karachi: Maktabah Dar al-'Ulum, n.d.